OPEN ACCESS: “EPISTEMOLOGY”

eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480

Vol.10 Issue 11 June 2022

اسلام کا نظریہ اتحادِ امت اور فکرِ اقبال

THE CONCEPT OF THE UNITY OF MUSLIM UMMAH IN THE LIGHT OF IQBAL’S TEACHING

Dr. Hajira Mariam

*Visiting Faculty, Department of Islamic Studies, Lahore College
for Women University, Lahore.*

Dr. Ikram Ullah Khan

*Visiting Faculty, Institute of Business Administration, University
of the Punjab, Lahore.*

Sara Fatima

Scholar, University of Lahore, Lahore.

Abstract: Islam emphasizes on the unity and brotherhood of Muslim Ummah. However, today Muslims have neglected this fundamental teaching of Islam and are divided into different sects and segments. In every era, Muslim scholars gave guidelines to get united. One of the prominent scholars, Allama Iqbal, identified the causes of Muslim disunity and suggested the roadmap to comeback that challenge. He pinpointed that disunity, disputes and conflicts among Muslims have weakened them and eclipsed the unity of Ummah. This article aims at exploring the views of poet-philosopher Iqbal on the unity and harmony in the Muslim World. It attempts at highlighting the causes of the disunity and the possible solutions to overcome this challenge and regain their glory. This study also examines the Islamic perception of unity and it concludes that Iqbal’s idea of unity is in conformity with the teachings of the Holy Quran and the sayings of Prophet Muhammad (pbuh).

Keywords: Unity, Muslim Ummah, Iqbal, disunity.

اسلام مسلمانوں کو عالمگیر اخوت و اتحاد کا حکم دیتا ہے۔ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس حقیقت کا برملا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قلیل عرصے میں نہ صرف عربوں کے معاشرتی انتشار کو رفع فرمایا بلکہ عملی طور پر امت کو متحد کر کے دکھایا۔ لیکن مسلم امہ آج افتراق و انتشار کا شکار ہے، اس وجہ سے وہ دشمنانِ اسلام کے لیے ترنوالہ بنے ہوئے ہیں اور انہیں گونا گوں مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ان نامساعد حالات میں مسلم دانشوروں نے امت کو باور کرایا کہ ان کی بقا یک جان اور باہم متحد ہونے میں ہے۔ ان دانشوروں میں ایک نمایاں نام علامہ اقبال کا ہے۔ علامہ اقبال جیسے عظیم مفکر کے افکار و نظریات سے استفادہ کرنا چاہیے کیونکہ انہوں نے عالمِ اسلام کے اتحاد و اشتراک کے لیے ایسے ولولہ انگیز اشعار کہے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر وہ ایک ملتا اور بنیادِ مخصوص بن سکتے ہیں۔ شاعری کے علاوہ انہوں نے اپنی تقاریر اور تحریرات کے ذریعے امت کے مسائل کی نہ صرف نشان دہی کی بلکہ ان کے تدارک کے لیے قابل عمل تجاویز بھی دیں۔

علامہ اقبال عالمِ اسلامی کے اتحاد کے داعی تھے اور انہوں نے اُن تمام اسباب کی نشان دہی کی جن کی وجہ سے مسلمانوں میں کی اجتماعیت برقرار نہ رہ سکی۔ ان کے نزدیک مغرب کے جدید نظریہ قومیت کو اختیار کرنے کی وجہ سے مسلمانانِ عالم کی ملی وحدت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو باور کرایا کہ ان کی حیثیت محض قوم کی سی نہیں ہے بلکہ وہ ایک ملت ہیں جسے قرآن مجید میں ملت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ **كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ**¹ (تم بہترین امت ہو)۔ اقبال کے بقول قوم رجا کی جماعت کا نام ہے اور یہ جماعت بہ اعتبار قبیلہ، نسل، زبان، وطن اور اخلاق ہزار جگہ اور ہزار رنگ میں پیدا ہو سکتی ہے، لیکن ملت ایسی سب جماعتوں کو تراش کر ایک کر لیا اور مشترک گروہ بنائے گی۔ گویا ملت یا امت جاذب ہے اقوام کی۔ خود ان میں جذب نہیں ہو سکتی۔² شاعرِ اسلام کے مطابق قومیتِ اسلام سے مراد ملتِ اسلامیہ ہے۔ دورِ حاضر میں مسلمان مختلف اقوام میں بٹے ہوئے ہیں اور وہ اس حقیقت کو فراموش کر چکے ہیں کہ انہیں ملہ واحدہ بنایا گیا تھا۔ قومیت کے خول نے اسلام کے اتحاد و اتفاق کے زریں اصول کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ علامہ اس تصور کی ہولناکی کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں

اقوام میں مخلوقِ خدا پٹی ہے اس سے قومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے³

اقبال نہ صرف مغرب کے تصورِ قومیت کا رد کرتے ہیں بلکہ اس کے مختلف عناصرِ ترکیبی کی نشان دہی بھی کرتے ہیں، جو کہ اسلام سے بالکل متصادم ہیں۔ ان کے نزدیک جدید نظریہ قومیت انسانیت کو نسل، نسب، رنگ، وطن،

معیشت، سیاست، طبقاتیت، جغرافیائی اور علاقائی حد بندی کی بنیادوں پر الگ الگ کر دیتی ہے۔ یہ وہ عوامل ہیں جو نہ صرف کسی معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیتی ہیں بلکہ مسلمانوں کے بھی ملی وحدت کو پارہ پارہ کرتی ہیں۔ فکرِ اقبال میں ملت تمام مصنوعی اور غیر فطری امتیازات سے پاک ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا کہ ہماری قومیت کا اصل اصول نہ اشتراکِ زبان ہے نہ اشتراکِ وطن، نہ سیاسی و اقتصادی اغراض بلکہ ہم سب لوگ اس برادری میں جو نبی اکرم ﷺ نے قائم فرمائی تھی اس لیے شریک ہیں کہ مظاہر کائنات کے متعلق ہم سب کے معتقدات کا سرچشمہ ایک ہے اور جو تاریخی روایات ہم سب کو ترکہ میں پہنچی ہیں۔ وہ بھی ہم سب کے لیے یکساں ہیں۔ اسلام تمام مادی قیود سے بیزاری کرتا ہے اور اس کی قومیت کا دار و مدار ایک خاص تہذیبی تصور پر ہے جس کی تجسیمی شکل وہ جماعتِ اشخاص ہے جس میں بڑھتے اور پھیلتے رہنے کی قابلیت طبعاً موجود ہے⁴۔ اس حوالے سے علامہ کی سوچ میں ارتقاء پایا جاتا ہے جیسا کہ ابتدا میں وہ وطنیت کے قائل تھے لیکن بعد میں ان کو اس بات کا ادراک ہو گیا کہ یہ تصور مسلمانوں کے اتحاد و یگانگت پر کاری ضرب لگاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں سماجی اتحاد کے لیے وطن کو ایک بنیاد سمجھتا تھا۔ اس لیے خاک و وطن کا ہر ذرہ مجھے دیوتا دکھائی دیتا تھا، اس وقت میرے خیالات مادیت کی طرف مائل تھے، سوائے وطن کے مجھے انسانوں میں اتحاد کے لیے کوئی دوسرا ذریعہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اب میں انسانوں کو صرف ازلی اور ابدی روحانی بنیادوں پر متحد کرنا چاہتا ہوں اور جن میں اسلام کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو میری مراد اس سے یہی روحانی نظام ہے۔⁵ انہوں نے اپنی نظم و وطنیت میں وطن کو نیابت قرار دیا اور وہ اس بات کا ادراک رکھتے تھے کہ اس تصور کی اشاعت سے مقصود مسلمانوں کے ملی تشخص کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانا ہے۔ یہ تصور اسلام کی عالمگیر اور آفاقی روح کے منافی ہے۔ حکیم الامت نے اس وحدت شکن تصور پر یوں اظہارِ خیال کیا

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے جو پیر ہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بُت کہ تراشیدہ تہذیبِ نوی ہے غارت گر کا شانہ دینِ نبوی ہے⁶

علامہ کو اس بات کا یقین تھا کہ مغرب کا تصور وطنیت مسلمانوں کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کرتا ہے جیسا کہ انہوں نے تحریر کیا۔ مجھ کو یورپین مصنفوں کی تحریروں سے ابتدا ہی سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی تھی کہ یورپ کی ملوکانہ اغراض اس امر کی متقاضی ہیں کہ اسلام کی وحدت دینی پارہ پارہ کرنے کے لیے اس سے بہتر اور کوئی حربہ نہیں کہ اسلامی ممالک میں فرنگی نظریہ وطنیت کی اشاعت کی جائے۔⁷ اقبال کو اس بات کا یقین تھا کہ وطنیت دراصل مغربی استعماری

قوتوں کی چال ہے تاکہ اتحاد امت کی عمارت کو منہدم کیا جاسکے۔ انہوں نے عالم اسلام کو خبردار کیا کہ قومیت، وطنیت، لسانیت اور طبقاتیت وغیر مسلمانوں کی اجتماعیت کے لیے زہر قاتل ہیں۔ وہ اس بات کے متنبی تھے کہ مسلمان ان تمام تعصبات سے بالاتر ہو کر ایک ملت بن جائیں اور انہوں نے اس شعور کو اجاگر کرتے ہوئے کہا۔

بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی⁸

مغربی تصور قومیت نے مسلمانوں میں جو عصبیت کی آگ بھڑکائی، اس کے نتیجے میں ملت اسلامیہ مختلف اقوام میں بٹ گئی۔ کہیں عرب قوم پرستی کا فتنہ پروان چڑھا تو کہیں ترک، افغان بننے کے احساس نے ملت کو ٹکڑوں میں منقسم کر دیا۔ بنگلادیش اسی تصور کے سبب وجود میں آیا۔ اس نظریے کو اپنانے کی وجہ سے مسلمانوں کی اخوت پارہ پارہ ہو چکی ہے۔ قرآن و حدیث میں مسلمانوں کو متحد و متفق ہونے کی بار بار تاکید فرمائی گئی ہے جیسا کہ سورۃ حجرات میں فرمایا گیا۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ⁹ (بے شک مسلمان سب بھائی بھائی ہیں)۔ اس مضمون کی ایک حدیث یہ ہے۔ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ بَيْنَنَا صَابِعِهِ¹⁰ (حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر مومن دوسرے مومن کے لیے ایسی عمارت کی طرح ہوتا ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈال کر ملایا۔) اس حدیث میں مسلمانوں کو ایک عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے جس کا ہر حصہ دوسرے کو تقویت دیتا ہے۔ قومیت پرستی اور گروہ بندی کے سبب عمارت قائم نہیں رہ سکتی اور امت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی برکت سے انصار کے دو قبیلے، اوس اور خزرج جو اسلام قبول کرنے سے قبل ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے، وہ باہم شیر و شکر ہو گئے۔ اسی طرح ہجرت مدینہ کے بعد مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا گیا جسے تاریخ میں مؤاخات مدینہ کہا جاتا ہے۔ فلسفہ اقبال کی رو سے مسلمانوں کے لیے وطن اساس ملت نہیں ہے بلکہ اسلام ہے۔ اقبال نے واضح کیا کہ مسلم قومیت کی اصل و اساس دین اسلام ہے اور اس کا حاصل مسلمانوں کا ملی تشخص ہے جو ان کی زندگی کی ضمانت دے سکتا ہے۔¹¹ گویا فکر اقبال میں ملت کی تشکیل اور اجتماعیت کے لیے دین اسلام کو کلیدی حیثیت حاصل ہے عالم اسلام کے اتحاد کے بارے وہ رقمطراز ہیں۔ اگر عالم بشریت کا مقصد اقوام انسانی کا امن، سلامتی اور ان کی موجودہ اجتماعی حیثیتوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام بنانا قرار دیا جائے تو سوائے نظام اسلام کے اور کوئی

اجتماعی نظام ذہن میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ جو کچھ قرآن سے میری سمجھ میں آیا ہے اس کی رو سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح کا داعی نہیں بلکہ عالم بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے جو اس کے قومی اور نسلی نقطہ نگاہ کو یکسر بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے۔¹² علامہ کو اس بات کا یقین تھا کہ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مغرب کے تصور قومیت سے نکلیں، دین اسلام کو اپنی زندگیوں کا محور بنائیں، اس پر عمل پیرا ہو کر ایک جہتی اور ہم آہنگی کی فضا پیدا کریں۔ اسلام میں امت کا کوئی مادی اور حسی دائرہ کار نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد لا الہ الا اللہ ہے۔ لہذا مسلمان اپنا جدا جدا رنگ چھوڑ کر صبغة اللہ کو اختیار کر کے یک رنگ ہو جائیں۔ اسی لیے اقبال نے وطنیت کے محدود تصور سے مبرا ہو کر عالمگیر قومیت کا پیغام دیا جو کہ اسلام کے آفاقی اور روحانی اصولوں پر استوار ہے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
اُن کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دین ہاتھ سے چھوٹا، تو جمعیت کہاں اور جمعیت ہوئی رخصت، تو ملت بھی گئی¹³

ان کا کلام اس بات کا نماز ہے کہ وہ مغرب کے تصور قومیت سے سخت نالاں تھے کیونکہ یہ تصور عصبيت کو پروان چڑھا کر امت میں نا اتفاقی کو ہوا دیتا ہے۔ اسلام ہی وہ قوت ہے جو مسلمانوں کو وحدت کی لڑی میں پڑھاتا ہے اور جس کی وجہ سے دنیا کے مسلمانان عالم ملی رشتے میں ایک دوسرے سے بندھ سکتے ہیں۔

اقبال نے ان تمام رجحانات کی نشان دہی کی جن کی وجہ سے امت مسلمہ ذلت و زوال کا شکار ہے۔ وہ فرقہ بندی اور گروہ بندی کو اسلامی اتحاد کی راہ میں بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔ وہ امت جس کی ذمہ داری تھی کہ وہ دوسروں کو اتحاد و اخوت کا درس دیں، الگ الگ ٹکڑیوں میں منقسم ہے۔ قرآن میں اللہ عز و جل کا فرمان ہے۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ¹⁴ (ہر فرقہ اپنے ہی طریقے پر نازاں ہے)۔ مذہبی اور فکری انتشار کی وجہ سے مسلمانوں کی مرکزیت ختم ہو چکی ہے اور وہ فتنوں کا شکار ہے۔ ملت اسلامیہ کے انتشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمنوں نے ان پر یلغار کی ہوئی ہے۔ شاعر مشرق نے مسلمانوں کی اس حالت پر افسوس کا اظہار یوں کیا ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
 ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
 حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
 کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
 فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
 کیا زمانے میں پینے کی یہی باتیں ہیں¹⁵

اقبال نے نہایت دلسوزی سے مسلمانوں کو یہ احساس دلایا کہ ان میں وحدت فکر و عمل کا فقدان ہے۔ وہ امت جسے ایک جسم سے تعبیر کیا گیا، وہ متحد ہونے کی بجائے آپس میں دین کے نام پر دست و گریبان ہیں جبکہ کہنے کو وہ ایک ہی خدا، ایک ہی دین، ایک ہی نبی ﷺ اور ایک ہی قرآن کے ماننے والے ہیں۔ دین کو اپنے مفادات کے پیش نظر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ دین، دنیا طلبی، جاہ اندوزی کا ایک ذریعہ بن گیا اور ملت کے زوال کے گہرے پاتال میں جاگری اور نتیجتاً ایک امت بہت سے گروہوں میں بٹ کر داخلی حرارت سے محروم ہو گئی۔۔۔ اقبال کے خیال میں ملت اسلامیہ اس پیغام کو بھول کر گروہوں اور ملتوں میں بٹ گئی۔ ان کے نزدیک ملت کی عظمت مرہون ہے قید جہات کی آزادی سے۔¹⁶ گو یا اور فرقہ بازی کی وجہ سے مسلم امہ مختلف گروہوں میں بٹ کر ذلت و مسکنت کا شکار ہے۔ مذہبی رواداری کا فقدان اور فروغی مسائل پر ایک دوسرے کی مخالفت نے اس امت کو فکری اور عملی طور پر مفلوج کر دیا ہے اور ملت اسلامیہ اپنی عظمت کھو چکی ہے۔ یہ وقت کا تقاضا ہے کہ مسلمان تفرقہ اور تشدد کو ترک کر کے امت واحد کی صورت اختیار کریں تاکہ مسلمانوں میں یک رنگی اور ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔

آبرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی
 جب یہ جمعیت گئی، دنیا میں رُسو اُتو ہوا

فرد قائم ربط ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
 موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں¹⁷

اقبال نے مسلمانوں کو یہ احساس دلایا کہ اگر مسلمانان عالم الگ الگ ہو گئے تو ان کی شناخت باقی نہیں رہے گی۔ لہذا امت مسلمہ کو یک جان اور باہم متحد بن کر رہنا چاہیے۔ تفرقہ بازی کے علاوہ امت مسلمہ میں ذات پات کی تفریق نے ان میں انتشار کو مزید بھڑکایا ہے۔ ذات برادریوں میں منقسم ہونے سے معاشرتی تفریق کو فروغ ملا ہے۔ دور حاضر میں اعلیٰ نسل اور کم تر نسل کا تصور مسلمان عالم میں سرایت کر گیا ہے۔ اسلام نے اس بات پر زور دیا کہ مسلمان ان ان خود ساختہ نفرتوں کے معیارات سے نکلیں۔ ان میں سے کوئی معیار ایسا نہیں ہے جو ایک مسلمان کے لیے باعث فخر ہو۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا

وَقَبَائِلَ لَتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْتَأَكُمُ¹⁸ (اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ تمہیں قوموں اور خاندانوں میں تقسیم کر دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو صاحبِ تقویٰ ہو۔) اس آیت کی تفسیر میں صاحبِ فتحِ القدر لکھتے ہیں۔ وَالْمُقْصُودُ مِنْ هَذَا أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ خَلَقَهُمْ كَذَلِكَ لِهَذِهِ الْفَائِدَةِ لَا لِالتَّفَاخُرِ بِأَنْسَابِهِمْ، وَدَعَوَى أَنَّ هَذَا الشَّعْبَ أَفْضَلَ مِنْ هَذَا الشَّعْبِ، وَهَذِهِ الْقَبِيلَةَ أَكْرَمُ مِنْ هَذِهِ الْقَبِيلَةِ، وَهَذَا الْبَطْنُ أَشْرَفُ مِنْ هَذَا الْبَطْنِ. ثُمَّ عَلَّلَ سُبْحَانَهُ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ الْكَلَامُ مِنَ النَّهْيِ عَنِ التَّفَاخُرِ فَقَالَ: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْتَأَكُمُ أَيُّ: إِنَّ التَّفَاخُلَ بَيْنَكُمْ إِنَّمَا هُوَ بِالتَّقْوَى.¹⁹ (لوگوں کو مختلف قبائل اور قوموں میں تقسیم کرنے کا مقصد اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ ان کا آپس میں تعارف ہو سکے اور یہ تقسیم اس لیے نہیں ہے کہ وہ اپنے حسب و نسب پر فخر کریں اور یا یہ کہ کوئی قوم دوسری سے افضل ہے اور نہ کوئی قبیلہ دوسرے سے زیادہ عزت دار ہے اور نہ ہی کوئی خاندان دوسرے سے زیادہ شرف والا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر فخر کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔) رسول اللہ ﷺ کے فرامین بھی اس امر پر شاہد ہیں کہ اسلام میں جاہلیت کے تمام غرور ختم کر دیئے گئے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبْيَةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَفَخَّرَهَا بِالْأَبَاءِ الْمُؤْمِنِ تَقِيٍّ، وَفَاجِرٍ شَقِيٍّ، أَنْتُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، لَيَدْعَنَّ رَجُلًا فَخَرَهُمْ بِأَقْوَامٍ»²⁰ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت و غرور کو ختم کر دیا اور باپ دادا کا نام لے کر فخر کرنے سے روک دیا۔ اب دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک متقی و پرہیزگار مومن، دوسرا بد بخت فاجر، تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔) مفکرِ اسلام نے مسلمانوں کو احساس دلایا کہ وہ اسلامی تعلیمات کو حرزِ جان بنائیں اور خود ساختہ نفرتوں کے معیارات سے نکلیں جیسا کہ فرمایا۔

یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے بُراتو نے²¹

شاعرِ اسلام مغربی تہذیب کے ناقد تھے اور انہوں نے مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ وہ مغرب کے افکار و نظریات سے مرعوب نہ ہوں کیونکہ ان کا اصل ہدف الحاد کے ذریعے اہل اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا ہے۔ وہ اس بات کا بخوبی ادراک رکھتے تھے کہ مسلمان ذہنی غلامی کا شکار ہیں اور مغربی تہذیب کے بہاؤ میں خس و خاشاک کی طرح بہہ رہے ہیں۔ اقبال نے یورپ کے جدید نظام زندگی اور اس نظام کے پیچھے جو فلسفہ کار فرما تھا، اس کا گہرا مطالعہ کیا۔ اس مطالعہ نے ان کو اس نتیجے پر

پہنچایا کہ یہ نظام زندگی نہایت کھوکھلا ہے۔ اس کی بنیاد مادیت پر ہے۔ اس فلسفہ حیات میں نہ تو فرد کی نجات ہے اور نہ ہی قوموں کی۔ افراد آوارہ ہیں اور قوموں میں ایک خاموش پیکار جاری ہے۔²² مغربی تہذیب ایک فتنہ ہے اور مسلمانوں کو اس سے حتی الامکان بچنا چاہیے کیونکہ مغربی استعماری قوتوں کا مقصد عالم اسلام میں قومیت اور دین و دنیا میں علیحدگی کے تصورات کو پروان چڑھا کر ہی اتحاد امت کو ختم کرنا ہے۔ مغربی تہذیب کی ریشہ دوانیوں کا ذکر انہوں نے اس طرح کیا ہے

حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گا²³

علامہ نے مسلم امہ کے اختلاف و افتراق کے عوامل کی نہ صرف نشاندہی کی بلکہ وہ لائحہ عمل بھی بیان کیا جن کو اختیار کر کے مسلمانانِ عالم میں موافقت پیدا کی جاسکتی ہے۔ پیغام اقبال کے مطابق اسلام نے مسلمانوں کو متحد کر کے بام عروج پر پہنچایا تھا اور آج بھی ان کی اتحادِ ملت کا راز دین اسلام میں پنہاں ہے۔ بقول علامہ کے ہمارے ملی اتحاد کا انحصار اس بات پر ہے کہ مذہبی اصولوں پر ہماری گرفت مضبوط ہو۔²⁴ خطبہ الہ آباد میں انہوں نے کہا کہ ایک سبق جو میں نے تاریخ اسلام سے سیکھا ہے، یہ ہے کہ آڑے وقتوں میں اسلام ہی نے مسلمانوں کو قائم رکھا، مسلمانوں نے اسلام کی حفاظت نہیں کی۔ اگر آج آپ اپنی نگاہیں پھر اسلام پر جمالیں اور اس کے زندگی بخش تخیل سے متاثر ہوں تو آپ کی منتشر اور پر اگندہ قوتیں از سر نو جمع ہو جائیں گی اور آپ کا وجود ہلاکت و بربادی سے محفوظ ہو جائے گا۔²⁵ ملی وحدت کے سلسلے میں علامہ کے نظریات کے مطابق اسلام کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور ان کی تحریروں اور منظوم کلام میں ہمیں جگہ جگہ اس کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ اقبال کا مطمح نظر یہ یہ تھا کہ اس وقت تک اسلامی وحدت اور قومیت کے بارے میں صحیح شعور اور مثبت انداز فکر اجاگر نہیں کیا جاسکتا جب تک اسلامی تعلیمات سے کامل آگاہی میسر نہ ہو۔²⁶ اقبال کے افکار کے مطابق اتحاد بین المسلمین کا فلسفہ اسلام کے رکن اول توحید میں مضمحل ہے۔ عالم اسلام کی یکجہتی کا سرچشمہ عقیدہ توحید ہی ہے اور اس کی نفی سے ملت اسلامیہ کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ اسلام نے مسلمانوں کو نہ صرف نسلی وحدت کا درس دیا ہے بلکہ ان کو باور کرایا ہے کہ کلمہ توحید ہی وحدتِ فکر کا موثر ترین ذریعہ ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے خطبہ الوداع کے موقع پر فرمایا۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَبِيٍّ، وَلَا لِعَجَبِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى²⁷ (لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ

بھی ایک ہے، آگاہ ہو جاؤ! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ رنگ والے کو کالے رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں، مگر تقویٰ کے ساتھ۔ علامہ نے اسی شعور کو مسلمانوں میں بیدار کرنے کی کوشش کو اور وہ فرماتے ہیں۔

باز و ترا توحید کی قوت سے قوی ہے اسلام ترا دیس ہے، تو مصطفوی ہے²⁸

یہ توحید کی نعمت ہی ہے جو تمام امتیازات کی نفی کر کے اجتماعی نظام کو قائم کرتا ہے اور مسلمانوں کو وحدت کی لڑی میں پڑوتا ہے۔ یہ عقیدہ مسلمانوں میں ایک نصب العین اور مقصدِ حیات پیدا کرتا ہے جس کا لازمی نتیجہ اخوت و محبت، مساوات، یکجہتی اور ہم آہنگی ہے۔ اقبال کی نبی ﷺ کے ساتھ دلی وابستگی ان کے کلام سے عیاں ہوتی ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کو ملت کے اتحاد کا منبع قرار دیتے تھے۔ توحید کے بعد مسلمانوں میں اتفاق کا دوسرا عنصر ایمان بالرسالت ہے کیونکہ رسالتِ محمدی ﷺ مسلمانوں کو اتحاد کی وہ ٹھوس بنیادیں مہیا کرتا ہے جس میں قومیت، فرقہ بازی، حسب نسب، مال و دولت اور رنگ و خون کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ مسلم امہ کی زبوں حالی کے باوجود حکیم الامت کو اس بات کا یقین تھا کہ عشقِ محمد ﷺ وہ قوت ہے جو مسلمانوں کو یکجا کر سکتی ہے۔ اسی لیے انہوں نے واشگاف الفاظ میں فرمایا

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے²⁹

توحید و رسالت کے علاوہ شاعرِ مشرق قرآن کی تعلیمات کو مسلمانوں کے لیے اتحاد اور اخوت کا اہم ترین ذریعہ سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ چند نوجوانوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ یاد رکھو مسلمانوں کے لیے جائے پناہ صرف قرآن کریم ہے۔³⁰ ایک اور موقع پر فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ میں اس سے بہتر اور کچھ نہیں کہ سکتا کہ مسلمانوں کو قرآن کریم کے بیان کردہ اصول عمل یاد دلاؤں۔³¹ امتِ مسلمہ کے انتشار اور بے نظمی کی اہم وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو ترک کر دیا ہے اور اس کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ ان کی بقا اسی میں ہے کہ وہ قرآن کو اپنا دستورِ حیات بنائیں جیسا کہ فرمانِ الہی ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا³² (اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ کرو)۔ اس آیت کے ضمن میں دکتور و ہبہ زحیلی نے لکھا ہے۔ ثم أمر بالاعتصام بكتاب الله وعهده الذي عهد به إلى الناس، ونهى عن التفرق عنه أبداً، والتزام الألفة والاجتماع على طاعة الله والرسول. وحبل الله: هو الإيمان والطاعة والعمل بالقرآن³³ (پھر اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لینے کا حکم دیا اور اس عہد کو جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں

سے دین اور اللہ کی اطاعت کے بارے لیے ہے۔ تفرقہ بازی سے ہمیشہ کے لیے منع کیا گیا۔ الفت واجتماعیت کو اللہ تعالیٰ اور اور اس کے رسول کی اطاعت کے لیے اپنائے رکھنے کی تاکید کی۔ اللہ کی رسی سے مراد ایمان، اطاعت اور قرآن پر عمل ہے۔) قرآن نہ صرف بندے کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کا ذریعہ ہے بلکہ یہ مسلمانوں کو بھی جماعت کی صورت میں ایک دوسرے سے جوڑتا ہے۔ قرآن اپنے مخاطبین کی تربیت اس انداز میں کرتا ہے کہ ان کے لیے پیش نظر صرف دین اور امت کی فلاح ہوتی ہے۔ اس لیے اقبال نے مسلم امہ کو ترغیب دیتے ہوئے کہا

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار³⁴

اقبال اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ جو قوم مرکز سے ہٹ جائے تو اس کا لازمی نتیجہ افتراق و انتشار کی صورت میں ہوتا ہے کیونکہ قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی۔³⁵ امتِ مسلمہ کی شیرازہ بندی کے لیے یہ امر ضروری ہے کہ ان میں مرکزیت پائی جائے اور کعبہ ان کی زندگیوں کا مرکز بنے۔ علامہ اقبال کے بقول پورا عالم اسلام ایک دائرہ ہے کعبہ اس دائرے کا مرکز ہے۔ یہ وہ روحانی مرکز ہے کہ ملتِ اسلامیہ کو ربط و نظام کی دولت سے بھی مالا مال کرتا ہے اور اس کے ایمان و ایقان کو بھی استحکام بخشتا ہے۔³⁶ اسلام کے نظام عبادت میں بھی اتحاد و مساوات کے پہلو کو مد نظر رکھا گیا ہے تاکہ ملتِ اسلامیہ کی عالمگیر تنظیم کی عمارت ایسی بنیاد پر اٹھائی جائے جو کہ ناقابلِ تسخیر ہو۔ نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ میں عملی طور پر مسلمانوں میں رواداری، موانست، یکسانیت اور اتحاد و اتفاق کے جذبات بپنپتے ہیں۔ مصوٰرِ پاکستان اس بات کے بھی قائل تھے کہ امتِ مسلمہ میں انتشار و پراگندگی کا سبب اسلامی نظام سیاست کو ترک کر دینا ہے۔ اقبال کے نزدیک اگر گزشتہ تاریخ میں عالم اسلام کی وحدت پارہ پارہ ہوئی تو اس کے ذمہ دار طاقت و اقتدار کے بھوکے قائدین یا مطلق العنان سلاطین یا حکمران تھے، مسلم عوام نہ تھے۔³⁷ علامہ نے آمریت، اشتراکیت، شہنشاہیت، پاپائیت، جاگیریت وغیرہ کے مضر اثرات کو بیان کر کے ان کا شدت سے رد کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ اسلامی نظام سیاست کو اپنایا جائے تاکہ ملت کی پھر سے تشکیل ہو سکے۔ مسلمانوں کے لیے ایسا سیاسی نظام رائج کرنے کی ضرورت ہے جس میں اقتدار اور ملکیت خدائے واحد کی ہو۔ وہ خلافت کی مرکزیت کو مسلمانوں کی بقا کا ضامن سمجھتے تھے

تا خلافت کی بناد نیامیں ہو پھر استوار لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر³⁸

گویا یہ وہ اساسیات ہیں جن پر ملت اسلامیہ کی عالمگیر اور ناقابلِ تسخیر عمارت قائم ہوتی ہے۔ اقبال نے اپنے کلام میں جن پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے، وہ اتحاد امت کی ضامن ہیں اور وہ اسلامی تعلیمات کا عکاس ہیں۔ انہوں نے نہ صرف ان تمام رجحانات اور تصورات کی بخوبی نشان دہی کی جن کی وجہ سے امت مسلمہ پستی اور زوال کا شکار ہے بلکہ عالم اسلام کے اتحاد و اتفاق کے لیے مفید لائحہ عمل بھی تجویز کیا۔ انہوں نے امت مسلمہ کو باور کرایا کہ ان کی قوت کا اصل راز ان کے اتفاق و اتحاد میں مضمر ہے۔ ان کی اجتماعیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مغرب کے قومیت تصور، ذات پات کی تفریق، فرقہ بندی، طبقاتیت، لسانیت، جدید سیاسی نظام مثلاً آمریت، اشتراکیت اور جاگیریت وغیرہ کی قیود سے آزاد ہوں۔ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے نہایت اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ وہ مغرب کے تصور قومیت کی نفی کرتے ہوئے دین اسلام کو اپنی زندگیوں میں مکمل طور پر نافذ کریں۔ علاوہ ازیں وہ مغربی تہذیب کی یلغار سے بچیں کیونکہ یہ وہ عوامل ہیں جنہوں نے اہل اسلام میں نفاق و انتشار کو پروان چڑھایا ہے۔ علامہ اقبال کے مطابق مسلمانانِ عالم کو ان تمام عوامل کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکیں۔ مسلم قومیت کی اصل بنیاد دین اسلام ہے جس کے نتیجے میں مسلمانوں کا ملی تشخص برقرار رہتا ہے۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ جب تک مسلمان توحید، رسالت، قرآن مجید، اسلام کے نظام عبادت اور سیاست کے اصولوں کے مطابق زندگی گزار رہے تھے تو دنیا میں ان کی شان و شوکت تھی لیکن جب وہ اسلامی تعلیمات سے غافل ہو گئے تو امت مسلمہ بھی زوال پذیر ہو گئی۔

حوالہ جات و حواشی

- 1 آل عمران ۳: ۱۱۰
- 2 معینی، سید عبدالواحد، مقالات اقبال، مطبوعہ محمد عبداللہ قریشی، القراٹر پرائزرز، لاہور، س۔ن، ص: ۲۷۲۔
- 3 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، بانگ درا، وطنیت، ص: ۲۰۶۔
- 4 معینی، سید عبدالواحد، مقالات اقبال، ص: ۱۵۹۔
- 5 محمد باقر، ڈاکٹر، احوال و آثار اقبال چند پہلو، اقبال اکادمی، پاکستان، ۱۹۸۱ء، ص: ۶۷۔
- 6 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، بانگ درا، وطنیت، ص: ۲۰۶۔
- 7 معینی، سید عبدالواحد، مقالات اقبال، مضمون: جغرافیائی حدود اور مسلمان، ص: ۱۵۹۔

- 8 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، بانگِ درا، طلوعِ اسلام، ص: ۲۷۸۔
- 9 تجرات ۱۰:۴۹
- 10 البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحيح البخاری، المحقق: محمد زہیر بن ناصر الناصر،۔ کتاب المظالم و الغضب، باب نصر المظلوم، رقم الحدیث: ۲۴۲۶، دارطوق النجاة، ط: اولی، ۱۴۲۲ھ۔
- 11 سید محمد اکرام، ڈاکٹر، اقبال اور ملی تشخص، بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص: ۱۷۔
- 12 معینی، سید عبدالواحد، مقالات اقبال، مضمون: جغرافیائی حدود اور مسلمان، ص: ۲۶۵۔
- 13 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، بانگِ درا، مذہب، ص: ۲۶۳۔
- 14 الروم ۳۰:۳۲
- 15 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، بانگِ درا، جوابِ شکوہ، ص: ۲۳۳۔
- 16 تحسین فراتی، ڈاکٹر، جہاتِ اقبال، بزمِ اقبال، س۔ن، ص: ۸۰۔
- 17 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، بانگِ درا، شمع اور شاعر، ص: ۲۲۵۔
- 18 سورة الحجرات ۴۹:۱۳
- 19 شوکانی، محمد بن علی، فتح القدير، دار ابن كثير، دار الكلم الطيب، دمشق، بيروت، الطبعة الأولى، ۱۴۱۴ھ، ج: ۵، ص: ۷۹۔
- 20 أبو داود سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، ابواب الدوم، باب في التفاحر بالأحساب، رقم الحدیث: ۵۱۱۶، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت، س۔ن۔
- 21 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، بانگِ درا، تصویرِ درد، ص: ۱۰۹۔
- 22 محمد احمد خان، اقبال کا سیاسی کارنامہ، اقبال اکادمی، لاہور، س۔ن، ص: ۴۰۔
- 23 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، حضرِ راہ۔
- 24 جاوید اقبال، ڈاکٹر، شذراتِ فکرِ اقبال، ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، مجلس ترقی اسب، ۱۹۸۳ء، ص: ۸۵۔
- 25 سید محمد اکرام، ڈاکٹر، اقبال اور ملی تشخص، ص: ۲۷۔
- 26 عبدالحمید، ڈاکٹر، اقبال بحیثیت مفکرِ پاکستان، اقبال اکادمی، پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص: ۹۰۔

- 27 احمد بن حنبل، أبو عبد الله أحمد، مسند الإمام أحمد بن حنبل، محققین: شعيب الأرنؤوط، عادل مرشد وآخرون، أَحَادِيثُ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَدِيثُ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحديث: ۲۳۴۸۹، مؤسسة الرسالة، ط: الأولى، ۱۴۲۱ هـ۔
- 28 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، بانگِ در، وطنیت، ص: ۲۰۶۔
- 29 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، بانگِ در، جوابِ شکوہ، ص: ۲۳۶۔
- 30 محمرفیق افضل، گفتار اقبال، ادارہ تحقیقات پاکستان، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص: ۲۱۳۔
- 31 محمد باقر، ڈاکٹر، احوال و آثار اقبال چند پہلو، اقبال اکادمی، پاکستان، ۱۹۸۱ء، ص: ۷۳۔
- 32 سورۃ آل عمران ۱۰۳: ۳
- 33 زحیلی، وھبۃ بن مصطفیٰ، د، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، دارالفکر المعاصر، دمشق، ۱۴۱۸ھ، ج: ۴، ص: ۲۸۔
- 34 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، ضربِ کلیم، علی گڑھ بک ڈپو، ۱۹۷۵ء، اشتراکیت، ص: ۱۳۶۔
- 35 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، ضربِ کلیم، محراب گل افغان کے افکار، علی گڑھ بک ڈپو، ۱۹۷۵ء، ص: ۱۷۵۔
- 36 محمد منور، پروفیسر، ایقان اقبال، اقبال اکادمی، پاکستان، ۱۹۷۷ء، ص: ۱۲۶۔
- 37 جاوید اقبال، ڈاکٹر، افکار اقبال (تشریحات جاوید)، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص: ۱۳۰۔
- 38 محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، خضر راہ۔